مکتوبِ مبارک

از امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ملا حسام الدین کے نام

(اس کمال کا بیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام سے مخصوص ہے)

آپ کا عنایت نامہ وصول پایا۔ خداوندِ پاک جل وعلا کا شکر ہے کہ آپ نے ہم جیسے دور افتادوں کو بھی فراموش نہیں کیا اور کسی نہ کسی تقریب سے ہمیں یاد کر ہی لیتے ہیں۔ ؏

بارے بہ ہیچ خاطرِ خود شاد میکنم

آپ نے لکھا تھا کہ

"حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی "نسبت[1] خاصہ" کی حقیقت دریافت نہیں ہوتی۔ کیا باعث ہے"؟

مخدوم من! ایسی باتوں کی شرح وتفصیل بذریعہ تحریر تو کجا بالمشافہ کرنی بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی کوئی کیا سمجھے اور کیا بہرہ حاصل کرے۔ اس قسم کے معارف وحقائق حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ پیر طریقت کی خدمت میں حسن ظن کے ساتھ حاضر ہو یا جس طرح بندۂ بڑے ایک طویل مدت تک اس کی صحبت میں رہے۔ اس کے بغیر گوہرِ مقصود کا ملنا سخت دشوار ہے۔

پاکیزہ[2] شبے باید وخوش مہتابے !

تا با تو حکایت کنم از ہر بابے !

---

[1] نسبت کا مفہوم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نسبت خاصہ سے وہ مخصوص نسبت مراد ہے جو حضرت خواجہ کو حاصل تھی کیوں کہ ہر ایک عارف کی نسبت جداگانہ ہوا کرتی ہے۔

[2] ایک پاکیزہ فرحت بخش رات ہو اور چاندنی کی خوشنما چادر صفحہ عالم پر بچھی ہوئی ہو تب میں تم سے ہر ایک قسم کی باتیں کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالوں۔

لیکن چونکہ آپ نے استفسار کیا ہے اس لیے بحکم ضرورت مختصر جواب لکھا جاتا ہے، ہر ایک مقام کے علوم و معارف جداگانہ ہیں۔ اسی طرح احوال اور مواجید[1] بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ایک مقام میں ذکر اور توجہ کا شغل مناسب ہے تو دوسرے میں تلاوت قرآن اور نماز کی کثرت سے کشود کار ممکن ہے۔ علیٰ ہذا ایک مقام جذبہ (سیر انفسی) کے ساتھ مخصوص ہے تو دوسرا سلوک (سیر آفاقی) کے مناسب حال ہے لیکن تیسرا ایسا بھی ایک مقام ہے جس میں جذبہ و سلوک دونوں کا امتزاج ہے۔ ایک مقام ان تینوں سے الگ ہے، نہ اس کو جذبہ سے تعلق ہے نہ سلوک سے علاقہ۔ یہ مقام نہایت اعلیٰ اور عزیز الوجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو اسی مقام کی دولت کبریٰ سے مشرف کیا گیا تھا جن کو یہ مقام نصیب ہوا اس کو دیگر ارباب مقامات سے امتیاز تمام حاصل ہوتا ہے، اس مقام پر فائز ہونے والے افراد آپس میں بہت کم مشابہ ہوتے ہیں لیکن دوسرے مقامات والوں میں ضرور مشابہت پائی جاتی ہے گو وہ مشابہت کلی نہ ہو۔ اصحاب کرام کا زمان فیض نشان گزر جانے کے بعد یہ نسبت عالیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام میں کامل ترین صورت میں ظہور پذیر ہوگی۔ اس مقام کے نفس وجود کے متعلق بھی بہت کم مشائخ نے لب کشائی کی ہے۔ چہ جائیکہ اس مقام کے علوم و معارف بیان کیے ہوں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اصحاب کرام کو یہ عزیز الوجود نسبت پہلے قدم پر حاصل ہو کر تدریج معراج کمال پر صعود نصیب ہوتا۔ برخلاف اس کے کسی دوسرے کو یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل ہونے کی یہ صورت ہے کہ اصحابِ کرام کی نسبت عالیہ کے طرز پر اس کی تربیت کی جاتی ہے اور جب وہ منازلِ جذبہ اور مراحلِ سلوک طے کر لیتا ہے اور ان کے علوم و معارف سے بخوبی لذت آشنا ہو جاتا ہے تب اس سعادتِ عظمیٰ سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اول ابتدائے سلوک میں اس نسبت عالیہ کا حاصل ہونا گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتِ صحبت کا مخصوص نتیجہ ہے لیکن ممکن ہے کہ ان کی امتِ کریمہ میں بھی کوئی ایسا مردِ کامل پیدا ہو جائے جس کی صحبت میں بھی بااثر ہو کر سلوک کے آغاز ہی میں یہ نسبت ظہور پذیر ہو

---

[1] مواجید جمع وجدان کی ہے علیٰ خلاف القیاس۔ احوال سے بھی اصطلاحی احوال مراد ہیں کسی خاص مقام یا حال میں جو مخصوص کیفیت ادراک ہوتی ہے اس کو وجدان کہتے ہیں۔ احوال و مواجید کی زیادہ تشریح لفظوں میں نہیں ہو سکتی کیونکہ تصوف کے تمام تر امور اس قسم کے ہیں جن کی حقیقت عبارت میں اچھی طرح ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ تصوف کا زیادہ تر تعلق قال سے حال سے ہے ؎

لذت می نشناسی بخدا تا نہ چشی

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آں چہ مسیحا میکرد[1]

اس وقت اس نسبت میں بھی اندراج النہایۃ فی البدایۃ[2] کا مفہوم متحقق ہوتا ہے جیسے کہ اس صورت میں متحقق ہوتا ہے جبکہ جذبہ سلوک پر مقدم ہو اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں ۔

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ
وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيَّ وَاَجْمَلُ[3]

کسی وقت اگر ملاقات میسر ہوئی اور معلوم ہوا کہ سامعین طریق احسن پر سننے کے لیے آمادہ ہیں تو اس مقام کے متعلق کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہو سبحانہ الموفق

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے سفارش لکھی ہے ۔ میں نے ان کی غلطیاں معاف کر دی ہیں ۔ خداوند جل وعلا ارحم الراحمین ہے وہ بھی ان کو اپنی بخشش سے بہرہ ور فرمائے ۔ لیکن ان کو پند ونصائح کے ذریعے فہمائش فرمائیں کہ خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب کسی حالت میں بھی درپئے ایذا نہ ہوں اور اپنی وضع ہرگز نہ بدلیں ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (خداوند پاک جل وعلا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب خداوند پاک جل وعلا کسی قوم پر مصیبت نازل کرنا چاہتا ہے تو کوئی بھی اس کو نہیں ہٹا سکتا اور سوائے خداوند پاک جل وعلا کے کوئی بھی ان کی اعانت ودستگیری نہیں کر سکتا) آپ نے میاں شیخ الہداد کے بارے میں بالخصوص لکھا تھا۔ مجھے اس بارے میں کچھ تشدد نہیں لیکن بہرحال ان کو چاہیے کہ اپنی تغیر وضع پر اظہار ندامت کریں اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (اظہار ندامت کرنا ہی توبہ ہے) وسیلہ تلاش کرنا اور سفارش کرانا ندامت کا ثبوت ہے ۔ بہر کیف میں اپنی طرف سے عفو اور درگزر کے مقام میں ہوں ۔ دوسری

---

[1] اگر روح القدس (جبرئیلؑ) کا فیض اعانت فرمائے تو کچھ تعجب نہیں کہ دوسرے لوگ بھی وہی اعجاز دکھانے لگیں جو حضرت مسیحؑ دکھاتے تھے ۔

[2] لفظی معنے انتہا کو ابتدا میں درج کر دینا یعنے ابتدا میں وہی کمال حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو انتہائے سلوک میں میسر ہوتا ہے ۔

[3] اس کے بعد وہ باتیں پیش آتی ہیں جن کو عبارت میں بیان کرنا دشوار ہے اور جس کو چھپائے رکھنا میرے نزدیک بہت مناسب اور احسن ہے ۔

سررشتۂ اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ سرہند کو اپنا گھر خیال فرمائیں۔ محبت کا زبردست تعلق اور ہم پیر ہونے کا مضبوط و مستحکم رابطہ اس قسم کا نہیں کہ عارضی باتوں سے زائل ہو سکے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ مکتوب لکھ چکنے کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ جن احباب کی بابت آپ نے سفارش لکھی ہے۔ ان کے متعلق کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھوں۔ مجمل لکھنے سے ممکن ہے بات کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔

مخدوم من! معافی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ لوگ اپنے رویے کو قبیح و مذموم خیال کریں اور جو حرکات ناشائستہ ان سے سرزد ہوئے ہیں ان پر نادم ہوں نہیں تو معاف کرنا محال ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کی شہادت کے مطابق حضرت پیر دستگیر قدس سرہ نے یہ منصب[1] شیخ الہداد کو تفویض فرمایا تھا۔ یہ بات تفصیل طلب ہے۔ اگر تفویض منصب سے یہ مطلب ہے کہ درویشوں اور دوسرے آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرے اور لوگوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرے تب تو بے شک مسلم ہے لیکن اگر تفویض منصب کے یہ معنے ہیں کہ وہ طالبان حق کی روحانی تربیت کرے اور شیخ الطریقت کہلائے تو میں ہرگز تسلیم و اعتراف کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ پہلی مرتبہ جب میری ملاقات حضرت پیر دستگیر قدس سرہ سے ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ تم یہ تجویز کرو کہ شیخ الہداد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبانِ حق کو اشغالِ[2] طریقت بتائیں اور ان کے احوال سے ہمیں مطلع کیا کریں کہ ہم خود اس قدر تکلیف کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ انہیں اپنے حضور میں طلب کریں۔ ان کو اشغالِ طریقت کی تلقین کریں اور ان کے احوال پوچھا کریں۔ مجھے تو اس تجویز کے ساتھ اس وقت بھی اتفاق کرنے میں تامل تھا لیکن بحکم ضرورت میں نے رضامندی ظاہر کی۔ اس قسم کی تبلیغ

---

[1] یہ منصب کا اشارہ منصبِ خلافت اور تلقین و ارشاد کی طرف ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ شیخ الہداد نے مریدوں کو تلقین کرنا اور دوسرے امور متعلق خلافت کو عمل میں لانا شروع کیا تھا جس پر امام صاحبؒ نے اعتراض کیا اور تنفر و ناراضگی تک نوبت پہنچ گئی۔ شیخ الہداد اور اس کے ہم خیالوں نے امام صاحبؒ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس مکتوب میں انہی باتوں کا ذکر ہے۔

[2] اشغال جمع شغل کی ہے اصل معنی مطلق مصروفیت کے ہیں لیکن اہل تصوف کی اصطلاح میں اشغال سے ذکر الٰہی کے وہ مختلف طریقے مراد ہوتے ہیں جو وہ اپنے اپنے اصول کے مطابق طالبانِ راہِ حق کو یکے بعد دیگرے تلقین فرماتے ہیں۔ مراقبہ وغیرہ بھی اسی مفہوم میں داخل ہے۔ علیٰ ہذا احوال سے بھی اصطلاحی احوال مراد ہے عام کیفیت مراد نہیں۔

کو خلافت سے کچھ تعلق نہیں، ایسا شخص سفیر محض ہوتا ہے۔ خصوصاً جب اس کی بنا ضرورت پر ہو اور صاف ظاہر ہے کہ جس چیز کی بنا ضرورت پر ہے۔ اس ضرورت کے زائل ہونے پر وہ چیز کسی مصرف کی نہیں رہے گی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ شیخ الہداد کی سفارت حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کے زمانۂ حیات تک محدود ہو۔ ان کا ارتحال ہو جانے کے بعد اشغال طریقہ کی تلقین کرتے رہنا اور طالبانِ راہِ حق کی خبرگیری کرنا خیانت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کی نسبت قائم رہے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہونے پائے۔

مخدومِ من! ہر اک علم و فن کی تکمیل تلاحقِ افکار[1] کا نتیجہ ہے۔ علمِ نحو کو جس صورت میں سیبویہ نے وضع کیا تھا متاخرین نے اس کو دس گنا ترقی پر پہنچا دیا ہے۔ کسی فن کا اس ابتدائی حالت میں رہنا نقصِ محض ہے جو نسبت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو حاصل ہوئی وہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے زمانہ میں ابھی معرضِ وجود میں بھی نہیں آئی تھی وعلیٰ ہذا القیاس۔ مزید برآں حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ خود تکمیلِ نسبت کی فکر میں تھے اور اس کو کامل تصور نہیں کرتے تھے۔ اگر کچھ دنوں تک اور زندہ رہتے تو معلوم نہیں خداوندِ پاک جل و علا کے حکم و ارادے سے اس نسبت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے۔

---

[1] تلاحقِ افکار کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے فکر سے دوسرے کا فکر مل کر کسی بات کی تکمیل میں ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوتے ہیں مثل مشہور ہے تکمیل الصناعات بتلاحق الافکار یعنی تمام علوم و فنون کا درجۂ کمال تک پہنچنا تلاحقِ افکار کا نتیجہ ہے۔ پہلے ایک شخص کسی فن کے چند اصول دریافت کر کے اس کی بنیاد ڈالتا ہے پھر دوسرے اہلِ فن اس کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی تحقیقات کا اس پر اضافہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ فن ایک نہایت طویل الذیل مضمون کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے ہر ایک پہلو پر کافی روشنی پڑتی جاتی ہے۔ اس کے اصول و فروع مرتب ہو کر تمام باتوں کی تحقیق ہو جاتی ہے اور وہ فن تدریج کے ساتھ درجۂ کمال تک پہنچتا ہے۔ یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ کوئی علم یا فن ابتدا ہی سے درجہ کمال میں ظہور میں آئے اور اس میں کسی طرح کی کمی بیشی یا تحقیق کی گنجائش نہ ہو۔ امام صاحبؒ تصوف اور کسبِ طریقت کو بھی اسی ذیل میں لینا چاہتے ہیں اور اس کو بھی اس عام قاعدے سے مستثنیٰ نہیں فرماتے۔ نسبت کا لفظ جو اس مکتوب میں جا بجا مذکور ہے اس سے وہی اہلِ تصوف کی اصطلاحی نسبت مراد نہ لیں بلکہ عام طور پر یہ نقطہ یاد رکھیں کہ مکتوبات شریف میں عموماً اس قسم کے الفاظ مثلاً احوال و اشغال یا نسبت وغیرہ اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

الغرض یہ کوشش کرنا مناسب نہیں کہ اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ علاوہ ازیں میں نہیں سمجھتا کہ یہ نسبت بعینہٖ اصلی صورت میں کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ حالانکہ خود آپ کی نسبت بھی اس نسبت سے بالکل مختلف ہے اور یہ بات کئی دفعہ حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کے حضور میں تشخیص ہو چکی ہے۔ شیخ الہداد بیچارے کو کیا معلوم کہ نسبت کی کیا حقیقت ہے۔ البتہ ایک خفیف سا حضورِ دل اس کو حاصل ہوا تھا (جس کو وہ تصوف کی تہ و کائنات سمجھتا رہا) دوسرے لوگوں کو بھی یہ حال بخوبی معلوم ہے یہ بتائیں کہ اس نسبت کا قائم رکھنے والا کون ہے کہ میں بھی اس کا ہاتھ بٹاؤں؟ واقعاتؑ پر کچھ بھی اعتبار نہیں کرنا چاہئے ان کی بنا محض تخیل پر ہے اور حقانیت سے کوسوں دور ہیں۔ شیطان ایک بڑا طاقتور دشمن ہے جس کے دام فریب سے محفوظ رہنا نہایت دشوار ہے ہاں خداوند پاک جل وعلا کی عصمت و توفیق شاملِ حال ہو تو یہ اور بات ہے، آپ نے حاصل شدہ نسبتوں کے زائل ہو جانے کے بارہ میں لکھا تھا۔

مخدوما من! جیسے کہ بالمشافہ ذکر ہوا تھا یہ سلبِ نسبت ارادۃً نہیں تھا۔ اب بھی وہی حالت ہے جس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ یہ خیال کرنا محض توہم ہے کہ اب وہ سلبِ نسبت کی حالت نہیں رہی جو آواز دل سے سنائی دیتی ہے۔ اس کو اس حالت سے کچھ تعلق نہیں۔ جب دہکتے کوئلے کو پانی کے چھینٹے ڈال کر بجھا دیا جاتا ہے۔ اس وقت بھی اس سے سنسنی کی آواز سنائی دیتی ہے جو اس بات کی ہرگز دلیل نہیں کہ اس میں ابھی تک آگ موجود ہے۔ الغرض وقائع پر کچھ اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس بات کے تسلیم کرنے میں آج آپ کو تامل ہے تو ذرہ اور صبر کیجئے۔ کل کو انشاء اللہ تعالیٰ اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ چونکہ آپ نے نہایت تاکید کے ساتھ لکھا تھا بحکم ضرورت جوابًا کچھ نہ کچھ لکھ دیا گیا ورنہ بے تقریب کچھ کہنا مشکل ہے۔

(بشکریہ سلسبیل)

؎ واقعات جمع واقعہ کی ہے جس کے اصطلاحی معنٰی کسی گذشتہ ذیلی حاشیے میں بتا دیئے گئے ہیں۔